قرآنیات

البیان

جاوید احمد غامدی

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

سورة بنی اسرائیل

(۶)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

رَبُّكُمُ الَّذِیۡ یُزۡجِیۡ لَكُمُ الۡفُلۡكَ فِی الۡبَحۡرِ لِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمۡ
رَحِیۡمًا ﴿۶۶﴾ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الۡبَحۡرِ ضَلَّ مَنۡ تَدۡعُوۡنَ اِلَّاۤ اِیَّاهُ فَلَمَّا نَجّٰكُمۡ
اِلَی الۡبَرِّ اَعۡرَضۡتُمۡ وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ كَفُوۡرًا ﴿۶۷﴾

(لوگو)، تمھارا پروردگار وہی ہے جو تمھارے لیے سمندر میں کشتی چلاتا ہے تاکہ تم اُس کا فضل تلاش کرو۔ اِس میں شبہ نہیں کہ وہ تمھارے حال پر بڑا مہربان ہے۔ تمھیں جب سمندر میں مصیبت پہنچتی ہے تو اُس کے سوا جن کو پکارتے ہو، وہ سب بھولے بسرے ہو جاتے ہیں۔ پھر وہی پروردگار جب تمھیں خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو منہ موڑ جاتے ہو۔[193] حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔ ۶۶-۶۷

۱۹۳؎ یہ انسان کے عام رویے کی مثال دی ہے کہ ہزاروں ٹن کے وزنی جہاز جو سمندر کا سینہ چیرتے ہوئے رواں دواں ہیں، سب خدا ہی کے حکم سے چل رہے ہیں۔ خدا نے یہ اہتمام اِس لیے کیا ہے کہ انسان اُس کا فضل تلاش کرے اور اُس پر خدا کا شکر گزار رہو، لیکن انسان کا المیہ یہ ہے کہ یہی جہاز کسی طوفان میں گھر جائیں تو اُسے خدا یاد آ جاتا ہے اور جوں ہی طوفان سے نکل جائیں، پھر نہ وہ طوفان اور اُس کی مصیبت یاد رہتی ہے اور نہ خدا، جس کے

اَفَاَمِنۡتُمۡ اَنۡ يَّخۡسِفَ بِكُمۡ جَانِبَ الۡبَرِّ اَوۡ يُرۡسِلَ عَلَيۡكُمۡ حَاصِبًا ثُمَّ لَا
تَجِدُوۡا لَـكُمۡ وَكِيۡلًا ﴿۶۸﴾ اَمۡ اَمِنۡتُمۡ اَنۡ يُّعِيۡدَكُمۡ فِيۡهِ تَارَةً اُخۡرٰى فَيُرۡسِلَ عَلَيۡكُمۡ
قَاصِفًا مِّنَ الرِّيۡحِ فَيُغۡرِقَكُمۡ بِمَا كَفَرۡتُمۡ ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَـكُمۡ عَلَيۡنَا بِهٖ تَبِيۡعًا ﴿۶۹﴾
وَلَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِىۡۤ اٰدَمَ وَحَمَلۡنٰهُمۡ فِى الۡبَـرِّ وَالۡبَحۡرِ وَرَزَقۡنٰهُمۡ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ
وَفَضَّلۡنٰهُمۡ عَلٰى كَثِيۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا تَفۡضِيۡلًا ﴿۷۰﴾ يَوۡمَ نَدۡعُوۡا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمۡ‌ۚ
فَمَنۡ اُوۡتِىَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيۡنِهٖ فَاُولٰۤـئِكَ يَقۡرَءُوۡنَ كِتٰبَهُمۡ وَلَا يُظۡلَمُوۡنَ فَتِيۡلًا ﴿۷۱﴾ وَمَنۡ كَانَ

سو کیا اِس بات سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ اُسی خشکی کی طرف لے جا کر تمھیں زمین میں دھنسا دے یا تم پر پتھر برسانے والی ہوا بھیج دے، پھر تم کسی کو اپنا کارساز نہ پاؤ؟ یا اِس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ تمھیں دوبارہ سمندر میں لے جائے، پھر تم پر ہوا کا سخت طوفان بھیج دے اور تمھاری ناشکری کے بدلے تم کو غرق کر دے، پھر تم اپنے لیے ایسا کوئی نہ پاؤ جو اُس پر ہمارا پیچھا کرنے والا ہو؟ ۶۸-۶۹

ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی ہے اور خشکی اور تری میں اُن کو سواری عطا فرمائی ہے اور اُن کو پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا ہے اور اپنی بہت سی مخلوقات پر اُنھیں نمایاں فضیلت دی ہے۔[194] (اِس پر بھی وہ ناشکری کرتے ہیں)۔ اُنھیں یاد رکھنا چاہیے، جس دن ہم سب لوگوں کو اُن کے رہنماؤں سمیت بلائیں گے،[195] پھر جن لوگوں کو اُن کا اعمال نامہ اُن کے دائیں ہاتھ میں پکڑایا جائے گا، وہی اپنا اعمال نامہ (خوشی سے) پڑھیں گے[196] اور اُن کے ساتھ ذرہ برابر ناانصافی نہ ہو گی۔ اِس کے برخلاف جو اِس

سامنے اُس وقت گڑگڑا رہے تھے۔

۱۹۴؎ انسان کو دوسری مخلوقات پر فضیلت یقیناً حاصل ہے، مگر یہ فضیلت کلی نہیں ہے۔ آیت سے واضح ہے کہ بعض مخلوقات انسان پر بھی فضیلت رکھتی ہیں۔

۱۹۵؎ یعنی اچھے لوگ اپنے رہنماؤں کے ساتھ اور برے لوگ اپنے رہنماؤں کے ساتھ۔ استاذ امام لکھتے ہیں:
’’ہر گروہ کو اُن کے لیڈروں اور مقتداؤں کے ساتھ جمع کرنے میں اعزاز و تکریم کا پہلو بھی ہے اور اتمام حجت کا

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

فِیْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۷۲﴾
وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِیْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِیَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ
خَلِيْلًا ﴿۷۳﴾ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا ﴿۷۴﴾ اِذًا

(دنیا) میں اندھے بنے رہے، وہ آخرت میں بھی اندھے اور راستے سے بہت دور پڑے ہوئے ہوں گے۔[۱۹۷] ۷۰-۷۲

(اے پیغمبر)، قریب تھا کہ یہ اُس چیز سے ہٹا کر تم کو فتنے میں ڈال دیں جو ہم نے تمھاری طرف وحی کی ہے تاکہ اِس (قرآن) کے سوا تم کوئی دوسری بات ہم پر افترا کر کے پیش کرو۔[۱۹۸] اگر تم ایسا کرتے تو یہ ضرور تمھیں اپنا دوست بنا لیتے۔ اور اگر ہم نے تمھیں مضبوط نہ رکھا ہوتا تو بعید نہیں تھا کہ تم بھی اِن کی طرف

پہلو بھی۔ اتقیا کے لیڈر تو یہ دیکھیں گے کہ الحمد للہ جس اعلاے کلمۃ اللہ کے لیے اُنھوں نے بازیاں کھیلیں، اُس کا انجام اِس شاندار صورت میں سامنے آیا اور اشرار کے لیڈر اپنی کارستانیوں کے انجام دیکھیں گے اور اُن کی پیروی کرنے والے اُن پر لعنت بھیجیں گے اور اُن کے لیے، جیسا کہ دوسرے مقام میں تصریح ہے، دونے عذاب کا مطالبہ کریں گے۔'' (تدبر قرآن ۴/ ۵۲۵)

۱۹۶ اصل الفاظ ہیں: 'فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ'۔ اِن میں فعل اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اِس سے یہ اشارہ مقصود ہے کہ جن کا اعمال نامہ اُن کے بائیں ہاتھ میں پکڑایا جائے گا، وہ اُس کو پڑھنا تو ایک طرف، اُس کو لیتے ہی پیٹھ پیچھے چھپانے کی کوشش کریں گے اور اپنی بدبختی پر اپنا سر اور منہ پیٹیں گے۔

۱۹۷ یعنی اُس راستے سے جو اُن کو اُن کی منزل مقصود تک لے جا سکتا تھا۔ اِس کے مقابل میں جن لوگوں نے اپنی آنکھیں کھلی رکھیں اور خدا کی نشانیوں سے فائدہ اٹھایا، وہ اپنی منزل کو پورے دن کی روشنی میں دیکھیں گے اور بغیر کسی رکاوٹ کے شاداں و فرحاں اُس تک پہنچ جائیں گے۔

۱۹۸ اصل الفاظ ہیں: 'وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِیْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ'۔ اِن میں 'عَنْ' اشارہ کر رہا ہے کہ 'لَيَفْتِنُوْنَكَ' یہاں 'یصرفونك' یا اِس کے ہم معنی کسی لفظ پر متضمن ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم چونکہ اِن کے ایمان کے حریص ہو، اِس لیے تمھاری اِس خواہش سے فائدہ اٹھا کر یہ تمھیں اِس فتنے میں ڈالنا چاہتے تھے کہ ایمان و اسلام کی طرف کچھ بڑھنے کا تاثر دے کر تمھیں آمادہ کریں کہ اپنی دعوت میں تم کچھ ترمیم کر لو اور اِس طرح یہ تم کو

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

لَّاَذَقۡنٰكَ ضِعۡفَ الۡحَيٰوةِ وَضِعۡفَ الۡمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيۡنَا نَصِيۡرًا ﴿۷۵﴾

وَاِنۡ كَادُوۡا لَيَسۡتَفِزُّوۡنَكَ مِنَ الۡاَرۡضِ لِيُخۡرِجُوۡكَ مِنۡهَا وَاِذًا لَّا يَلۡبَثُوۡنَ

خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيۡلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّةَ مَنۡ قَدۡ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِنۡ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا

کچھ جھک پڑو۔[۱۹۹] اگر ایسا ہوتا تو ہم تمھیں زندگی اور موت، دونوں کا دہرا عذاب چکھاتے،[۲۰۰] پھر تم ہمارے مقابلے میں اپنا کوئی مددگار نہ پاتے۔[۲۰۱] ۷۳-۷۵

یہ اِس سرزمین[۲۰۲] سے تمھارے قدم اکھاڑ دینے کے درپے ہیں تاکہ تم کو یہاں سے نکال دیں۔ لیکن اگر ایسا ہوا تو تمھارے بعد یہ بھی کچھ زیادہ دیر ٹھیرنے نہ پائیں گے۔[۲۰۳] تم سے پہلے اپنے جو رسول بھی ہم نے بھیجے ہیں، اُن کے بارے میں اِس سنت کو یاد رکھو[۲۰۴] اور ہماری اِس سنت میں تم کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔

تمھارے موقف سے ہٹا دیں۔

۱۹۹؎ مطلب یہ ہے کہ اِن کی پیش کش کو سن کر تم بھی کچھ تذبذب میں پڑ گئے تھے، مگر راہ حق پر تمھاری استقامت کے صلے میں خدا کی توفیق شامل حال ہوئی اور اُس نے تمھیں اِس صورت حال سے نکال دیا۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> ''یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ نبی کے معصوم ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اُس کو کوئی تذبذب کی حالت پیش نہیں آتی یا کوئی غلط میلان اُس کے دل میں خطور نہیں کرتا، بلکہ اِس کے معنی صرف یہ ہیں کہ اول تو اُس کا میلان کبھی جانب نفس میں نہیں ہوتا، بلکہ ہمیشہ جانب خیر میں ہوتا ہے، دوسرے یہ کہ جانب خیر میں بھی اگر وہ کوئی ایسا قدم اٹھاتا نظر آتا ہے جو صحیح نہیں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس سے اُس کو بچا لیتا ہے اور صحیح سمت میں اُس کی رہنمائی فرما دیتا ہے۔'' (تدبر قرآن ۴/۵۲۸)

۲۰۰؎ یعنی دنیا میں بھی دہرا عذاب چکھاتے اور موت کے بعد آخرت میں بھی۔ یہ اُسی قاعدے پر ہے کہ جن کے رتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے۔

۲۰۱؎ اِس میں خطاب اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، لیکن عتاب کا رخ، اگر غور کیجیے تو اُنھی منکرین کی طرف ہے جو سمجھوتے کی تجویزیں لے کر آ رہے تھے۔ اُنھیں تنبیہ فرمائی ہے کہ جس پروردگار کی دعوت کے جواب میں وہ اِس طرح کی تجویزیں پیش کر رہے ہیں، وہ اُنھیں کس نگاہ سے دیکھتا ہے۔

۲۰۲؎ یعنی سرزمین مکہ سے۔

۲۰۳؎ اللہ کے رسول کو ہجرت پر مجبور کر دیا جائے تو اُس کے قوم کو چھوڑ کر نکلتے ہی قوم کی امان اٹھ جاتی ہے اور

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

تَحْوِيْلًا ﴿۷۷﴾ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ

(یہ مرحلہ یقیناً مشکل ہے، سو اِس میں صبر و استقامت کے لیے) سورج ڈھلنے کے وقت سے لے کر رات کے اندھیرے تک نماز کا اہتمام رکھو[۲۰۵] اور خاص کر فجر کی قراءت کا،[۲۰۶] اِس لیے کہ فجر کی قراءت روبرو ہوتی ہے[۲۰۷] اور رات کو بھی اِسی طرح اٹھو (اور نماز پڑھو)۔ یہ تمھارے لیے مزید برآں ہے۔[۲۰۸] تم امید

عذاب کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ آگے فرمایا ہے کہ یہ ایک سنت الٰہی ہے جس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ یہ پیشین گوئی اِسی سنت کے مطابق کی گئی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے نکل جانے کے بعد حرف بہ حرف پوری ہو گئی۔

۲۰۴؎ اصل میں یہ فعل محذوف ہے۔ استاذ امام کے الفاظ میں، اِس اسلوب میں فی الجملہ تخصیص ذکر کا پہلو مضمر ہوتا ہے اور براہ راست اصل چیز کو نگاہ کے سامنے کر دیتا ہے۔

۲۰۵؎ یعنی ظہر، عصر، مغرب اور عشا کے اوقات میں پورے اہتمام کے ساتھ پڑھتے رہو۔ نماز کے یہ اوقات چونکہ ہر شخص کو معلوم تھے، اِس لیے بالاجمال فرمایا ہے کہ 'لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ' نماز کا اہتمام رکھو۔ اِس میں 'دُلُوْك' کا 'ل' وقت کے مفہوم میں ہے اور عربی زبان میں یہ اِس مفہوم کے لیے معروف ہے۔

۲۰۶؎ اصل الفاظ ہیں: 'وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ'۔ اِن سے مراد نماز فجر میں قرآن کی قراءت ہے۔ یہ بات چونکہ معطوف اور معطوف علیہ کے تعلق سے واضح تھی، اِس لیے لفظوں میں بیان نہیں ہوئی۔ لفظ 'قُرْاٰنَ' کا نصب ہمارے نزدیک تخصیص ذکر کے لیے ہے، یعنی 'أخص بالذكر قرآن الفجر'۔ اِس سے فی الجملہ طول قراءت کی طرف بھی اشارہ ہو رہا ہے اور جہر قراءت کی طرف بھی۔ اِسی طرح یہ اسلوب نماز فجر، بالخصوص اُس میں قرآن مجید کی قراءت کی اہمیت کو بھی واضح کرتا ہے۔

۲۰۷؎ یعنی اِس میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں۔ روایتوں میں اِس کی تصریح ہے۔* یہ اِسی کی برکت ہے کہ اِس نماز میں امام اور مقتدی، دونوں کو دل و دماغ کا حضور حاصل ہوتا ہے۔

۲۰۸؎ اِس سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نماز تہجد کا اہتمام اُسی طرح ضروری تھا، جس طرح عام مسلمانوں کے لیے پانچ وقت کی نمازوں کا اہتمام ضروری ہے۔ اُن کے لیے یہ ایک نفل نماز ہے جس کا اہتمام اگر امت کے علما کریں گے تو دعوت کی جد و جہد میں اُن کے لیے بھی، اگر اللہ نے چاہا تو یہ نصرت الٰہی کے حصول کا

---

* بخاری، رقم ۴۴۴۰۔ مسلم، رقم ۶۴۹۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ﴿۷۹﴾ وَقُلۡ رَّبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّاجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا ﴿۸۰﴾ وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ

رکھو[۲۰۹] کہ تمھارا پروردگار (قیامت کے دن) تم کو اِس طرح اٹھائے کہ یہ اٹھانا محمود خلائق ہو[۲۱۰] اور دعا کرتے رہو کہ پروردگار، مجھ کو (جہاں داخل کرنا ہے)، اِس طرح داخل کر کہ وہ عزت کا داخل کرنا ہو اور (جہاں سے نکالنا ہے)، اِس طرح نکال کہ وہ عزت کا نکالنا ہو اور خاص اپنے پاس سے قوت و اقتدار کو میرا مددگار بنا دے[۲۱۱]۔ اور، (اے پیغمبر)، اعلان کر دو کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، اِس

ذریعہ ہوگی، اِس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں اِسی پہلو سے اِس کی تاکید فرمائی ہے۔

۲۰۹؎ اصل میں لفظ 'عَسٰی' آیا ہے۔ یہ لفظ جب اللہ تعالیٰ کی نسبت سے آتا ہے تو امید و رجا کے جس مفہوم پر یہ دلالت کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے بجائے مخاطبین سے متعلق ہو جاتی ہے۔

۲۱۰؎ اصل میں 'مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اِن میں 'مَقَامًا' ہمارے نزدیک ظرف کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ مصدر کے معنی میں ہے اور یہاں مفعول مطلق کے طور پر آیا ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> ''... چونکہ لفظ 'بَعۡث' اور 'مَقَام' میں معنی کا اشتراک موجود ہے، اِس لیے کہ 'بَعۡث' کے معنی اٹھانے اور 'مَقَام' کے معنی کھڑے ہونے اور اٹھنے کے ہیں، اِس وجہ سے اِس کے مفعول مطلق واقع ہونے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آج تمھاری مخالفت و مذمت میں یہ شور و غوغا برپا ہے کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے، لیکن تم اپنے موقف حق پر ڈٹے رہو، نمازوں بالخصوص تہجد کا خاص اہتمام کرو اور یہ توقع رکھو کہ تمھارا رب تمھیں اِس حال میں اٹھائے گا کہ ایک عظیم امت کی زبانوں پر تمھارے لیے ترانۂ حمد ہوگا اور عند اللہ بھی تمھاری مساعی محمود و مشکور ہوں گی۔'' (تدبر قرآن ۴/ ۵۳۱)

۲۱۱؎ یہ ہجرت کی دعا ہے۔ اوپر بیان ہوا ہے کہ قریش اب آپ کو مکہ سے نکالنے کے درپے تھے۔ یہ دعا اِسی تعلق سے تلقین فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِس کی تلقین بتا رہی ہے کہ بظاہر یہ ایک دعا ہے، مگر حقیقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ ایک عظیم بشارت ہے۔ استاذ امام کے الفاظ میں، اِس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے نکلنے سے پہلے ہی آپ کے داخل ہونے کا انتظام کر لیا گیا ہے۔ آپ کا نکلنا اور داخل ہونا، دونوں عزت و وقار اور رسوخ و استحکام کے ساتھ ہوگا اور اِس سفر میں غلبہ، اقتدار اور نصرت الٰہی کا خاص بدرقہ آپ کے ہم رکاب ہوگا۔ مزید یہ کہ آپ کا پروردگار یہ سارا انتظام اپنے پاس سے فرمائے گا۔ آیت میں 'مِنۡ لَّدُنۡكَ' کے الفاظ اِسی حقیقت کی

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اِنَّ الۡبَاطِلَ کَانَ زَهُوۡقًا ﴿۸۱﴾

وَنُنَزِّلُ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَلَا يَزِيۡدُ الظّٰلِمِيۡنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَآ اَنۡعَمۡنَا عَلَى الۡاِنۡسَانِ اَعۡرَضَ وَنَاٰبِجَانِبِهٖ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوۡسًا ﴿۸۳﴾ قُلۡ كُلٌّ يَّعۡمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ فَرَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِمَنۡ هُوَ اَهۡدٰى سَبِيۡلًا ﴿۸۴﴾

لیے کہ یہ باطل مٹنے ہی والا تھا۔[۲۱۲] ۷۶-۸۱

ہم اِس قرآن میں وہ کچھ نازل کر رہے ہیں جو ماننے والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے، مگر اِن ظالموں کے لیے یہ (اُن کے) خسارے ہی میں اضافہ کر رہا ہے۔ انسان کا معاملہ یہ ہے کہ جب ہم اُس کو نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ اعراض کرتا اور پہلو بدل لیتا ہے[۲۱۳] اور جب اُس کو مصیبت پہنچتی ہے تو بالکل مایوس ہو جاتا ہے۔ (اِن کا حال بھی یہی ہے، اِس لیے) کہہ دو کہ ہر ایک اپنے طریقے پر عمل کر رہا ہے۔ سو تم میں سے جو زیادہ صحیح راستے پر ہیں، اُنھیں تمھارا پروردگار خوب جانتا ہے۔[۲۱۴] ۸۲-۸۴

طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

۲۱۲؎ یعنی اِس کے لیے یہی مقدر تھا کہ ایک دن مٹ جائے۔ یہ ایک سنت الٰہی کا بیان ہے۔ ہجرت اِس کے ظہور کا دیباچہ ہوتی ہے۔ چنانچہ اِس کی دعا تلقین کی گئی تو ساتھ ہی حکم ہوا کہ اب یہ اعلان بھی کر دیا جائے کہ اِس سر زمین میں باطل کو شکست ہو گی اور خدا کا رسول جو حق لے کر آیا ہے، اُس کا بول لازماً بالا ہو کر رہے گا۔ قرآن کی یہ پیشین گوئی فتح مکہ کے دن اِس شان کے ساتھ پوری ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیزے کی انی سے بیت اللہ کے اندر رکھے ہوئے بت توڑتے جاتے تھے اور یہ آیت پڑھتے جاتے تھے۔

۲۱۳؎ پہلو بدل لینا اعراض کی تصویر ہے جس کے لیے آیت میں 'نَاٰبِجَانِبِهٖ' کے الفاظ آئے ہیں۔ اِن سے اعراض میں نفرت، بے زاری اور غرور و تکبر کا انداز نمایاں ہوتا ہے۔

۲۱۴؎ یہ تفویض کی آیت ہے، گویا ہدایت فرمائی ہے کہ موقف حق پر جمے رہو اور اِن کا معاملہ اللہ کے حوالے کر دو۔ وہ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے کون سیدھے راستے پر ہے۔

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org